باب-80

قصص القرآن

☆ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ -

ترجمہ: ان کے قصوں میں اہلِ دانش و بینش کے لیے عبرت ہے۔ یہ من گھڑت باتیں نہیں ہیں بلکہ ان واقعات کی (یہ قرآن) تصدیق ہے جو ان کے سامنے ہے اور ہر شئے کی تفصیل ہے اور ایماندار لوگوں کے لیے ہدایت ورحمت ہے۔ (سورۃ یوسف: آیت 111)

قرآن شریف میں حضرت آدمؑ، دادی حوا و ابلیس کا قصہ اور ہابیل قابیل کا واقعہ مذکور ہے۔ اس میں حضرت نوحؑ و ابراہیم و اسمٰعیل و لوط و اسحاق و یعقوب و یوسف علیہم السلام کے قصص موجود ہیں۔ اس میں حضرت صالحؑ و قومِ ثمود، حضرت شعیب و اہل مدین و ایکہ، حضرت داؤد و سلیمان و موسیٰ و ہارون کے حالات بھی ملتے ہیں۔ ان کے علاوہ اس کتاب میں فرعون و ہامان، بنی اسرائیل اور قارون وغیرہ کے قصے بھی تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ ان سب واقعات میں ہمارے لیے قدم قدم پر نصیحت اور عبرت ہے۔ اسی واسطے ان تمام قصص کو اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہ پر بیان فرمایا ہے۔

آدم علیہ السلام کے قصص سے ہمیں فضیلتِ علمی کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ انسان، خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اس سے بھی غلطی کا سرزد ہو جانا ممکن ہے۔

ابلیس کے تذکروں سے اس کا تکبر ہم پر عیاں ہوتا ہے۔ اپنی خیالی برتری کی وجہ سے شیطان کا دوسروں کو ذلیل سمجھنا، حتیٰ کہ اس کا اللہ کے حکم کو بھی نہ ماننا اور سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ بھی غلطی کرتا ہے (کہ وہ اعلیٰ [ناری] کے رہتے ادنیٰ [خاکی] کو حکومت و عزت دیتا ہے)۔ خدائے تعالیٰ ان قصوں کے ذریعے آدمیوں کو عبرت دلاتا ہے۔ غور کر لو! دنیا میں صبح سے شام تک یہی کچھ تو ہوتا رہتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کا قصہ قرآن شریف میں جا بجا بیان کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ فرعون نے نجومیوں سے سن لیا تھا کہ ایک شخص پیدا ہو گا جو بنی اسرائیل کی تائید کرے گا۔ قومِ فرعون کے مظالم سے ان کو بچا لے گا۔ اور فرعون کو غرقِ دریا کر دے گا۔ اس پیش گوئی پر فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ مگر وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ موسیٰؑ پیدا ہوتے ہی ان کی والدہ کو اللہ تعالیٰ الہام فرماتا ہے کہ بچہ کو صندوق میں ڈالو اور اس صندوق کو دریائے نیل میں چھوڑ دو۔ والدۂ موسیٰؑ اپنے پر ہونے والے الہام کی تعمیل کے لیے تیار ہو جاتی ہیں اور بچہ کو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں بہا دیتی ہیں۔ فرعون کا شاہی محل دریائے نیل کے کنارے تھا۔ وہ صندوق، فرعون کے گھر میں پہنچتا ہے۔ فرعون کی بیوی آسیہ صندوق میں سے موسیٰؑ کو اٹھا لیتی ہے۔ بچہ چونکہ بہت خوبصورت تھا اور آسیہ لاولد، چنانچہ وہ تائیدِ ربانی سے فرعون سے کہتی ہیں کہ میں اس بچہ کو adopt کر لیتی ہوں۔

موسیٰؑ، فرعون کے گھر میں پرورش پاتے ہیں۔ جس کے قتل کی خاطر ہزاروں بنی اسرائیل کے بچے مارے جاتے ہیں، وہی فرعون کے گھر میں پرورش پا کر بڑے ہوتے ہیں۔ فرعون کی قوم قبطی تھی۔ ایک بار اس قوم کے ایک شخص کی بنی اسرائیل کے ایک شخص سے لڑائی ہو جاتی ہے۔ قبطی، اسرائیلی کو مارتا ہے۔ اسرائیلی، موسیٰؑ سے مدد طلب کرتا ہے۔ قبطی کا ظلم موسیٰؑ سے دیکھا نہیں جاتا۔ وہ قبطی کو ایک گھونسہ مار دیتے ہیں۔ اس کو مار ڈالنا موسیٰؑ کا مقصد نہ تھا۔ مگر پیغمبر کے گھونسے کی قبطی کیا تاب لا سکتا۔ ایک ہی گھونسہ میں مر گیا۔ حضرت موسیٰؑ کو خوف ہوا کہ اس قتل کی وجہ سے شاہی سپاہی مجھے گرفتار کر لیں گے۔ چنانچہ وہ وہاں سے بھاگ کر مدین چلے جاتے ہیں۔ یہاں شعیب علیہ السلام تھے۔

موسیٰؑ، ایک کنویں کے کنارے درخت کے نیچے جا بیٹھتے ہیں۔ شعیبؑ کی لڑکیاں، پانی لینے آتی ہیں۔ موسیٰؑ ان سے پوچھتے ہیں کہ تم چپکی کیوں کھڑی ہو۔ وہ کہتی ہیں کہ "پانی نکالنے کے لیے ابھی چرواہے نہیں آئے اور ہم اس بڑے ڈول سے پانی نہیں نکال سکتے"۔ اس پر موسیٰؑ خود کھڑے ہو جاتے ہیں اور شعیبؑ کی بکریوں کو پانی نکال کر سیراب کر دیتے ہیں۔ شعیبؑ کی لڑکیاں اپنے والد سے موسیٰؑ کا واقعہ بیان کرتی ہیں۔ شعیبؑ، حضرت موسیٰ کو اپنی صاحبزادی کے ذریعے بلواتے ہیں۔ موسیٰؑ ان صاحبزادی سے کہتے ہیں کہ تم میرے پیچھے پیچھے چلو اور راستہ بتاؤ۔ جب موسیٰؑ، حضرت شعیب کے پاس پہنچتے ہیں تو آپ کی صاحبزادی، موسیٰؑ سے اس قدر متاثر ہوتی ہیں کہ اپنے والد سے سفارش کرتی ہیں کہ یہ شخص بڑا ہی قوی اور امانت دار ہے، اس کو اپنے پاس نوکر رکھ لیں۔

چناں چہ 10 سال کے لیے معاہدہ طے پاجاتا ہے۔ دیکھتے دیکھتے یہ 10 سال گذر جاتے ہیں۔ جس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی شادی شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی، بی بی صفورہ سے ہو جاتی ہے۔

خدمت کی مدت ختم ہونے کے بعد موسیٰؑ اپنی اہلیہ کو لے کر نکلے۔ دورانِ سفر رات کا ٹھنڈا وقت تھا اور آگ تاپنے کی ضرورت پڑ گئی۔ آپ آگ کی تلاش میں نکلے۔ ہمہ تن متوجہ تھے اور خیال ایک ہی نقطہ پر قائم تھا کہ اچانک ایک طرف آگ نظر آئی۔ اس کے لینے کے لئے چلے۔ وہ آگ نہ تھی۔ تجلیٔ الٰہی تھی جو اس رنگ میں ظاہر ہوئی۔ آواز آئی "میں تیرا خدا ہوں، یہ مقدس وادی ہے، اپنے نعلین اتار دے" (سورۃ طٰہٰ: آیت 12) ---۔ اور پھر ان کو پیغمبری مل گئی۔

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں، پیمبری مل جائے

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا "اللہ کے سوا سب اس کے بندے ہیں ۔ اللہ کو نہ بھول۔ اپنی سلطنت پر نہ پھول"۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کی پیغمبری کے لیے دو معجزے عطا کیے۔ ایک تو آپ اپنے ہاتھ سے عصا زمین پر ڈال دیتے اور وہ سانپ بن جاتا۔ اس کو پتھر پر مارتے تو اس میں سے پانی کے چشمے بہہ نکلتے۔ دوسرا معجزہ یہ تھا کہ اپنا ہاتھ بغل میں رکھ کر نکالتے تو وہ نہایت روشن ہو جاتا۔ فرعون نے ان سب کو موسیٰؑ کی ساحری سمجھا۔ فرعون نے ساحروں اور اپنے یاروں و مددگاروں کو جمع کیا۔ ساحروں نے اپنی اپنی رسیاں اور دوسری سحر کی چیزوں کو ڈالا۔ موسیٰؑ نے، حکمِ الٰہی سے، اپنے عصا کو بھی ڈالا، جس نے تمام رسیوں وغیرہ کو نگل لیا۔ ساحر، چونکہ صاحبِ فن تھے اس واسطے انھوں نے موسیٰؑ کے معجزے کو انسانی قوت سے باہر سمجھا اور فوراً ایمان لے آئے۔ البتہ فرعون اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہا۔ موسیٰؑ، بنی اسرائیل کو لے کر ایک جگہ جمع ہو گئے۔ فرعون اور اس کے لشکر نے ان کو مار ڈالنے کے خیال سے ان کا تعاقب کیا۔ راستہ میں دریائے نیل یا بحیرۂ قلزم تھا۔ موسیٰؑ نے اپنے عصا سے پانی کو مارا۔ اِدھر کا پانی اِدھر، اور اُدھر کا پانی اُدھر کھڑا ہو گیا۔ اور وہ اپنی اُمت کے ساتھ اس میں سے پار نکل گئے۔ فرعون اور اس کے پیروؤں نے ان کا تعاقب کیا۔ اس موقع پر دونوں جانب کا پانی مل گیا اور فرعون اور اس کے پیرو غرق ہو گئے۔

موسیٰ علیہ السلام کے اس قصے سے بہت کچھ سیکھا جاسکتا ہے۔ مثلاً مادرِ موسیٰ کا صاحبِ الہام ہونا، عورتوں کو جرأت دلاتا ہے کہ وہ محنت کریں گی، اللہ کی یاد کریں گی تو وہ بھی صاحبِ الہام ہو سکتی ہیں۔ موسیٰؑ کی والدہ کا یقین

اور اللہ پر اعتماد بھی کیسا ہے کہ اکلوتے بیٹے کو صندوق میں ڈال کر ندی میں بہا دیا! جو اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں ان کی اولاد کو اللہ ضائع نہیں کرتا۔ فرعون جیسے سرکش بادشاہ کے گھر میں اس کی بیوی کیسی نیک اور اچھی نکلی۔

ان قصص میں عبرت یہ بھی ہے کہ ظالم کی ناؤ کبھی پار نہیں لگتی۔ لوگ اللہ تعالیٰ کے ڈھیل دینے سے آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور جو جی میں آیا کر گذرتے ہیں۔ ایک فرعون پر ہی موقوف نہیں، آج کے نادان بھی خود کو مختارِ کل سمجھتے ہیں۔ آج کے بڑے حاکم بھی اپنے کو ڈکٹیٹر سمجھتے ہیں۔ وہ ظلم و ستم کو اپنی حکومت کے لوازم جانتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے پاس دیر ہے اندھیر نہیں۔ اس قصے میں مسلمانوں کے لیے تسلی بھی ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ تم صبر کرو، اللہ آخر کار تم کو غالب کر دے گا۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ، یعنی عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کا کیسا انجام ہونے والا ہے، (سورۃ الشعراء: آیت 227)۔ مزید یہ کہ ایک نقطہ پر خیال قائم ہو جائے تو عالمِ بالا سے ربط پیدا ہو جاتا ہے۔ خیال کی پریشانی ہی عالمِ مثال کے کھلنے سے روکتی ہے۔ یہاں آگ کا تو ایک بہانہ تھا۔ مقصود، وحدتِ خیال تھا۔

مؤرخین کا کہنا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد کچھ عرصہ تک بنی اسرائیل کا کام درست رہا۔ جب ان کے اخلاق و عادات بگڑ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک کافر بادشاہ، جالوت نامی کو ان پر غالب کر دیا۔ اور بنی اسرائیل نے بھاگ کر بیت المقدس میں پناہ لی۔ اسماعیل علیہ السلام اس وقت پیغمبر تھے۔ بنی اسرائیل نے ان سے درخواست کی کہ ان پر کوئی بادشاہ مقرر کیا جائے تاکہ وہ جہاد کر سکیں۔ پیغمبر نے طویل القامت ساؤول کو بادشاہ مقرر فرمایا۔ وہ مالدار نہ تھے مگر اللہ نے ان کو علم و ہنر اور زور و قوت عطا کی تھی۔ لیکن ان کی ناداری کے سبب وہ بنی اسرائیل کی آنکھوں میں نہ جچے۔ پیغمبر نے فرمایا کہ معیارِ سلطنت، علم و قوت ہے نہ کہ دھن دولت۔ مگر کج بحث بنی اسرائیل کو پیغمبر کے کہنے پر بھی تشفی نہ ہوئی۔ اور واضح دلیل کی استدعا کی۔ پیغمبر کی دعا سے وہ صندوق جس میں موسیٰؑ اور ہارونؑ وغیرہ کے تبرکات تھے، پھر مل گیا۔ طالوت نے جالوت پر فوج کشی کی۔ موسم بہت گرم تھا۔ طالوت کے لشکر میں داؤدؑ کے والد اور ان کے 6 بھائی تھے۔ داؤد علیہ السلام چھوٹے قد کے تھے اور بکریاں چَراتے تھے۔ مگر طالوت نے ان میں بہادری کے آثار دیکھ کر جالوت کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ جالوت زرہ بکتر سے آراستہ تھا۔ صرف اس کی پیشانی خالی تھی۔ داؤدؑ نے فلاخ یا گوپھن میں پتھر رکھ کر اس کی پیشانی ہی پر تاک کر مارا۔ نشانہ کارگر تھا، اور جالوت نقشِ زمین۔ اس کے بعد داؤد علیہ السلام کی شادی طالوت کی لڑکی سے ہو گئی۔ اور طالوت کے بعد وہ بادشاہ بھی ہوئے۔ اور پیغمبر بھی۔ یہ خدا کا انتظام ہے۔ ظالموں کو برباد کرنا خدا کا کام ہے۔ اس کا فضل نہ ہو تو دنیا تباہ و برباد ہو جائے اور سب کچھ درہم برہم۔

بعض تفاسیر میں مذکور ہے کہ یونس علیہ السلام کی قومِ نینوا، علاقہ موصل میں رہتی تھی۔ یہ لوگ کفر و شرک میں مبتلا تھے۔ حضرت یونس نے انہیں ایمان لانے کا حکم دیا۔ مگر انہوں نے ان کی تکذیب کی۔ آپ نے انھیں عذاب کی خبر دی۔ انھوں نے آپس میں کہا کہ یونسؑ نے کبھی کوئی غلط بات نہیں کی۔ دیکھو! اگر وہ رات کو یہاں رہیں تب تو کوئی اندیشہ نہیں۔ ورنہ یہ سمجھ لینا ہوگا کہ عذاب آنے والا ہے۔ شب میں حضرت یونس وہاں سے تشریف لے گئے۔ صبح کو عذاب کے ہیبت ناک آثار پیدا ہوگئے۔ وہ حضرت یونس کو اپنے میں نہ پاکر اور بھی گھبر ائے۔ سب نے توبہ و اسلام کا اظہار کیا۔ گریہ وزاری کی۔ سچی توبہ کی۔ پروردگار نے ان پر رحم فرمایا اور عذاب اٹھالیا گیا۔

بعض مفسرین نے یہ بھی لکھاہے کہ ایک مرتبہ یونس علیہ السلام نے اپنی امت سے فرمایا کہ تم جلد توبہ کرو ورنہ عذاب آئے گا۔ یونسؑ نے یہ فرماکر کچھ انتظار کیا۔ مگر عذاب کے کچھ آثار نمودار نہیں ہوئے۔ جب دیکھا کہ عذاب نہیں آرہاہے تو وہ جھلاہٹ میں اپنی امت کو چھوڑکر ساحلِ سمندر کی طرف نکل گئے۔ کشتی میں بیٹھ گئے۔ کشتی کچھ دور چلنے کے بعد ہی طوفان کے سے آثار شروع ہوگئے۔ کشتی تھپیڑے کھانے لگی۔ قاعدے کے مطابق، قرعہ اندازی ہوئی کہ کس آدمی کو کشتی میں سے ڈھکیل دیا جائے۔ قرعہ حضرت یونس کے نام پر نکلا۔ انھوں نے کہا بے شک میں بھاگا ہوا غلام ہوں۔ مجھے ہی اتار دیا جانا چاہیے۔ چنانچہ ان کو کشتی سے پانی میں ڈھکیل دیا گیا۔ ایک بڑی مچھلی انھیں نگل گئی۔ وہ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ وہ، لَّا إِلَـٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ، (سورۃ الانبیاء: آیت 87) پڑھتے رہے۔ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ کو رحم آگیا۔ مچھلی نے یونسؑ کو اگل دیا۔ مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے سبب آپ کے جسم کی کھال متاثر ہوگئی۔ جس کے لیے خصوصی طور پر اللہ نے کدو کی بیل کو اگایا، جو ان کا جسم تندرست ہونے تک ان کے جسم سے لپٹی رہی۔ جب تن کا پوست درست ہوگیا تو آپ اپنی قوم کی طرف لوٹے۔ وہ سب اپنی جلد بازی پر نادم بھی ہوئے۔

صاحبو! حضرت یونسؑ کا یہ فعل، دراصل محب اور محبوب کا راز ہے۔ اور ناز و نیاز ہے۔ خبر دار اسے پیغمبر کی طرف لغزش یا گناہ سے تعبیر نہ کرنا۔ ہر پیغمبر گناہ سے پاک اور معصوم ہوتا ہے۔ کسی بھی پیغمبر سے بے ادبی، اپنے ایمان کو غارت کر دیتی ہے۔

سورۃ یوسف تو ــ "اَحسَنَ الْقَصصَ" ہے۔ اس میں کس قدر عبرت انگیز اور نصیحت بخش واقعات بیان کئے گئے ہیں ذرا ان پر بھی غور کیجئے۔ یوسفؑ کے بھائیوں نے یعقوب علیہ السلام کو یوسفؑ پر مہربان دیکھا تو

آتشِ حسد، مشتعل ہوگئی۔ انھوں نے یوسفؑ کو یعقوبؑ سے جدا کرنا چاہا۔ باپ کے سامنے جھوٹ کہہ کر سیر کرنے کے لیے اپنے بھائی کو جنگل میں لے گئے۔ وہاں ان کو ایک کنویں میں ڈال دیا۔ مگر جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے؟ اللہ نے یوسفؑ کو بچا لیا۔ ان کو راستے سے گذرنے والے قافلہ والوں نے کنویں میں سے نکال لیا۔

کنویں میں سے نکال لیے جانے کے بعد بھائیوں نے ان کو بیچ ڈالا۔ عزیزِ مصر نے یوسفؑ کو خرید لیا۔ اس کے بعد یوسفؑ کا امتحان کیا گیا۔ رات دن گھر میں رہنا، عورت کا دیا ہوا کھانا پینا، سراپا زیر بارِ احسان رہنا، اور پھر عورت بھی حسینہ و جمیلہ۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہو تو آدمی بچے۔ رات دن کا دیکھنا۔ عورت کی طرف سے تحریک ہو تو مرد کا بچنا بہت مشکل بات ہے۔ مگر پیغمبر زادے تھے، پیغمبر تھے۔ ان کی پاکدامنی پر دھبہ نہ آیا۔ تنگ ہو کر قید ہونے کو قبول کر لیا۔ یوسفؑ کو اس قید خانہ میں تعبیرِ خواب کا علم عطا ہوا۔ قیدیوں میں سے دو قیدیوں نے خواب دیکھا۔ آپ نے اس کی تعبیر دی اور وہ تعبیر بالکل واقعات کے مطابق نکلی۔ جو قیدی رہا ہوا تھا اس کے دل پر یوسفؑ کی طہارت اور علم کا اثر پڑ گیا۔ قید خانہ میں یوسفؑ چپکے بیٹھے نہیں رہے بلکہ تبلیغ اور تعلیم کا کام کر رہے تھے۔ ایک بار، شاہِ مصر نے بھی خواب دیکھا اور اس کے لیے یوسفؑ بلائے گئے۔ یوسفؑ نے سب سے پہلے دربارِ شاہی سے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ زلیخا نے بھی اپنی طرف سے تحریک کا اقرار کر کے اپنی آبرو کو محبوب کی عزت پر قربان کر دیا۔ شاہِ مصر کے سامنے آپ کی بتائی ہوئی تعبیر بھی ٹھیک نکلی۔ پھر ایک بار قحط پڑا۔ یوسفؑ کی زیر نگرانی غلہ کی تقسیم کا انتظام کیا گیا۔ یوسفؑ کے بھائی بھی غلہ لینے کے لیے کنعان سے مصر یوسفؑ کے پاس حاضر ہوئے۔ اس موقع پر یوسفؑ نے اپنے سگے بھائی بنیامین سے ملنا چاہا۔ یعقوبؑ نے مجبور ہو کر بنیامین کو بھیجا ، لیکن اپنے فرزندوں کے ساتھ اس عہد کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ یوسفؑ کی طرح بنیامین کو کہیں چھوڑ نہ آئیں۔ بنیامین کو اپنے پاس روکنے کی نیت سے یوسفؑ نے تدبیر سے ایک شاہی پیمانہ ان کے سامان میں رکھوا دیا۔ پیمانہ، بوری میں سے نکلنے پر ان سے پوچھا گیا کہ کنعان والوں کے پاس چور کی کیا سزا ہے؟ برادرانِ یوسف نے کہا، چور غلام بنا لیا جاتا ہے۔ چنانچہ نظر بندی کے نام پر حسبِ قاعدہ بنیامین کو روک لیا گیا۔ یعقوبؑ کو اطلاع ہوئی کہ اس بار بنیامین بھی نہیں ہیں تو انہوں نے دوسرے بیٹوں پر زور دیا کہ اب تو وہ کسی طور، یوسف اور بنیامین کو ڈھونڈ کر میرے پاس لائیں۔ بالآخر کچھ دنوں بعد یوسفؑ خود ہی ظاہر ہوگئے۔ یوسف علیہ السلام کے ظاہر ہونے کے بعد بھائیوں نے اپنی خطاؤں کا اعتراف کیا اور معافی مانگی۔ آپ نے فرمایا، **لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ**، اللہ تم کو معاف کرے میں تم کو آج کے دن سرزنش نہیں کرتا، (سورۃ یوسف: آیت 92)۔ مصر سے کنعان کی

طرف یوسفؑ کی خوشخبری دینے والا قافلہ ان کا کُرتا لے کر چلا۔ یعقوبؑ کوسوں دور تھے مگر آپ نے فرمایا، "میں یوسف کی خوشبو سونگھتا ہوں"۔

دیکھو! اس پورے واقعہ سے ہمیں یہ پتہ لگتا ہے کہ ہر وقت کا، ایک حکم ہے۔۔۔ یہ قدرت کے تماشے ہیں۔ جب چاہا، جو چاہا، دکھا دیا۔ اور جب چاہا، جو چاہا، چھپا دیا۔ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (سورۃ آل عمران: آیت 26)۔۔۔ اس قصہ میں عبرت بھی ہے۔ تسکین و تسلی بھی ہے، کہ جو حق پر رہتے ہیں ان کا انجام اچھا ہوتا ہے۔ رحمتِ الٰہی سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ بُرے کاموں کو چھوڑنا اور اچھے کاموں کو کرنا چاہیے۔ پھر کامیابی تمھارا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو ظالموں کے شر سے بچالیا۔

ہمارے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر بھی غور کرو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی اسی طرح فتح مند کیا۔ انشاء اللہ ہمارے لیے بھی فتح و نصرت حاصل ہو گی۔ مگر پہلے اپنے کاموں کو درست کرو۔ اپنے عقائد میں یقین پیدا کرو۔ یاد رکھو کہ ایمان ہے تو امان ہے۔

{ حوالہ تفسیر صدیقی- مقدمہ صفحہ 16،68 پارہ 2 صفحہ 122،123 پارہ 11 صفحہ 39 پارہ 12 صفحہ 97
پارہ 13 صفحہ 37 تا 40،44،45 پارہ 16 صفحہ 73

متفرقات۔Miscellaneous

حضرت عیسیٰؑ کے 12 حواری تھے۔ ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح نے انھیں حکم دیا تھا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔ لیکن ان 12 کی ایمانی حالت کے متعلق جو کچھ عیسائیوں کے پاس لکھا گیا ہے وہ بڑے ہی سخت الفاظ ہیں۔ کہیں ان کو کم اعتقاد کہا گیا ہے، کہیں بے اعتقاد اور کج رو قوم۔ کہیں ان کو رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان سے محروم قرار دیا گیا ہے۔ پطرس کو جو ان سب کا سردار ہے، شیطان کے نام سے پکارا گیا ہے۔ یہ پطرس جس پر مسیحؑ نے کلیسا کی بنیاد رکھی تھی، تین مرتبہ حضرت مسیح کا انکار کرتا ہے۔ اور جب لوگ کہتے کہ وہ ان کے ساتھ تھا تو جھوٹ بول کر جان چھڑاتا ہے کہ میں نہیں تھا۔ ان میں سے ایک حواری، جس کا نام یہوداسکریوتی تھا، چند روپے لے کر حضرت مسیح کو پکڑوا دیتا ہے۔ اور باقی حواری حضرت مسیح کی گرفتاری کے وقت بھاگ جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کے ساتھ جو وعدے کیے گئے وہ بڑے عظیم الشان تھے۔ ان 12 حواریوں کے لئے یہ وعدہ تھا کہ-"جب ابن آدم نئی پیدائش میں اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا تو تم بھی جو میرے پیچھے ہو لئے ہو نگے بارہ تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کرو گے"۔

قرآن کریم نے ان حواریوں کا ذکر بالتفصیل نہیں کیا۔ صرف ان کی اچھائیوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ ان کی خدمت اور نصرت کی عزت ہے۔ یہ قرآن شریف کا احسان عیسائیوں پر ہے کہ ان کے رسول کے ساتھ ان کے اصحاب کی بھی اچھائیوں کا ذکر کیا۔ کمزوریوں کا نام تک نہیں لیا۔

کہتے ہیں کہ حواری یہوداسکریوتی نے حضرت عیسیٰؑ کی حکام سے شکایتیں کر کے پلاطوس حاکم کو ان کے قتل پر آمادہ کیا۔ جاسوس دوڑائے گئے۔ حضرت عیسیٰؑ کو ایک جگہ سے گرفتار کر کے لائے۔ اور طرح طرح کی اذیتیں دینی شروع کیں۔ اور ان کے قتل کے لیے بہت کچھ مکر و فریب کیا۔ مگر خدا کا انتقام سب پر غالب آیا۔ اللہ نے ان ہی یہودیوں میں سے ایک کو حضرت مسیح کی صورت میں تبدیل کر دیا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو ملائکہ آسمان پر لے گئے۔ یہودیوں نے اس شخص کو مسیح سمجھ کر سولی دیدی۔

{ حوالہ تفسیر صدیقی - پارہ 3 صفحہ 118 تا 120، پارہ 19 صفحہ 49 تا 51
پارہ 23 صفحہ 63، 64 اور پارہ 30 صفحہ 28 تا 30}

Siddiqui Publications